اُردو ریسرچ جرنل "تشکیل" جلد:3، شمارہ:2(جولائی تا دسمبر2025ء)
ISSN (Online): 3007-3294, ISSN (Print): 3007-3286, HEC Recognized Y-Category Journal

محمد متین
پی ایچ ڈی اُردو اسکالر، وفاقی اُردو یونیورسٹی، کراچی
ڈاکٹر نادیہ
اسسٹنٹ پروفیسر اُردو، وفاقی اُردو یونیورسٹی، کراچی

حسن منظر کے افسانے "سفید آدمی کی دنیا" کا نوآبادیاتی تجزیہ

Muhammad Mateen
Ph. D Urdu Scholar, FUUAST, Karachi
Dr. Nadia
Assistant Professor Urdu, FUUAST, Karachi

A Colonial Analysis of Hassan Manzar's Short Story *"The White Man's World"*

ABSTRACT
The concept of “The White Man's World” is often seen as a myth of beauty that romanticizes colonialism. This perspective highlights the stark divisions created under British colonial rule between “Backward” nations and those considered “Civilized”. Such distinctions served to justify the domination of diverse cultures, framing colonialism as a benevolent endeavor. In the guise of Neo-Democracy, powerful nations pursue the subjugation of weaker ones to exploit their resources and expand their territories. Hassan Manzar illustrates these contrasting worlds of the colonizers and the colonized emphasizing that the beauty associated with the White Man's World often masks the harsh realities of oppression and exploitation that define it. This Article tries to explore the writer’s insights of critical re-evaluation of the narratives shaping our understanding of colonial history.
Keywords: *Hassan Manzar, The White Man’s World, Black and White World, Colonial Study, Colonizer, Colonialism, Native, Negro, Rehai*

انسان ازل سے بہتر سے بہترین کی تلاش میں رہا ہے اس کے لیے چاہے اسے حاکم اور محکوم بننے کے عمل سے گزرنا پڑا۔ حاکمانہ فطرت اس کی سرشت میں پوشیدہ ہے جس کے ذریعے وہ ازل سے اپنے سے کم تر پر غالب رہا ہے۔ یہ عمل صرف ایک شخص ہی نہیں بلکہ قوموں کا بھی خاصہ رہا ہے کہ انہوں نے اپنی طاقت کا استعمال کرتے ہوئے محکوم قوموں کی سرزمینوں پر قبضہ کیا ہے اور ان سے فوائد حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ انہیں اپنا غلام بھی بنایا ہے۔ نئے نظام کی اس جابرانہ اور حاکمانہ تشکیل کا نام نوآبادیات ہے۔ انسائیکلوپیڈیا آف سوشل سائنس میں لکھا ہے:

"نو آبادیات (Colonies) کا لفظ نو آبادی (Colony) کی جمع ہے۔ اس کے لغوی معنی ہیں نئی آبادی یا بستی۔ جب کہ کالونی کا لفظ بنیادی طور پر لاطینی اصطلاح Colonia سے نکلا ہے جس سے مراد کچھ منظم افراد کا کسی دوسری انسانی آبادی کو یرغمال بنا کر اس کے استحصال کے لیے وہاں نئی آبادیاں قائم کرنا ہے۔"[1]

ڈاکٹر ناصر عباس نیر کے الفاظ میں:

"یہ انسانوں کے مخصوص گروہ کے ہاتھوں مخصوص مقاصد کی خاطر برپا ہونے والی صورت حال ہے۔"[2]

Colonialism کی مروج اصطلاح ڈکشنری آف پولیٹکس میں یوں بیان کی گئی ہے:

"Colonicalism strictly refered to the policies and methods by which an imperial power maintained and extended is contoral over other tersi to ries or peoples; now mare Frequenctly used in a Pejorative semse, often synonymous with imprerialism."[3]

اینالومبا (Ania Loomba) نو آبادیات کی تعریف یوں کرتی ہیں:

"نو آبادیات سے مراد دوسرے لوگوں کی زمین کو فتح کر کے ان کی املاک پر قبضہ کر لینا ہے۔"[4]

نو آبادیات یورپی اقوام کا وہ قبضہ تھا جو انہوں نے تجارت کی غرض سے کیا جس میں افریقہ اور ایشیا پر عملاً حکمرانی کے خواب دیکھے اور ان کو پورا کیا۔ یورپی ہندوستان میں تجارت کی غرض سے آئے اور زندگی کے ہر شعبے میں عمل داری کے منصوبے بنانے لگے۔ تجارتی کمپنیوں کی مارکیٹنگ اور منافع بخش کاروبار کا فروغ اور ریاستی استحکام کے ذریعے اپنی اجارہ داری کا قیام عمل میں لایا۔ اس سلسلے میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے فروغ نے اہم کردار ادا کیا۔ سرمایہ دارانہ نظام نے بتدریج پسماندہ ممالک پر قبضہ کر کے ان کے مزدور، زمین، مارکیٹ، تجارتی راستوں، محصولات اور دیگر سہولیات کے ساتھ ساتھ افرادی قوت کو بھی اپنے کنٹرول میں کر لیا۔ نو آبادکار دوہری مار مارتے ہیں: ذہنی اور جسمانی۔ تاریخ گواہ ہے کہ یورپیوں نے افریقہ، انڈیا اور شمالی امریکہ کے باشندوں کو اس دوہری مار مارنے کی اپنی پوری پوری کوشش کی ہے۔[5] نو آبادیاتی تسلط کے لیے نو آبادکاروں نے سیاسی، ثقافتی اور نفسیاتی حربوں کو استعمال کر کے تمام صورت حال کو اپنے قابو میں کرنے کی کوشش کی۔ نو آبادیات اپنی طویل تاریخ رکھتی ہے اور جن ملکوں میں نو آبادیات قائم ہوئی ان ممالک میں نو آبادیاتی قوتوں کے خلاف مزاحمت بھی کی گئی۔ نو آبادکار نے مقامی لوگوں کو کچلنے کے لیے کئی طریقے

اختیار کیے اور مزاحمت کاروں کو اپنا غلام بنالیا۔ اسی سلسلے کی ایک کڑی ہندوستان بھی تھا جس پر ایک منظم برطانوی راج قائم ہوا۔ انگریزوں نے جب تک محض تجارت سے سروکار رکھا تب تک وہ اخلاقی ضابطے اور لوٹ کھسوٹ سے دور رہے تاہم جب عنانِ حکومت اپنے ہاتھوں میں لی تو اپنی طاقت کو ثابت کرنے کے لیے مفتوح قوم کو ذہنی طور پر بھی کنٹرول کیا اور ایسی اصطلاحات رائج کیں جن کے ذریعے مقامی لوگوں کو کم تر ثابت کرنے کی بھی کوشش کی۔۔ باری علیگ کی نظر میں فرنگی اصطلاحات "طلائی زنجیریں" ہیں۔[6]

نو آبادیات کاروں نے اپنے اقتدار کے استحکام کے لیے ایسے استعماری ہتھکنڈے استعمال کیے جو ہندوستانیوں کی نفسیات کو قابو کرنے میں اہم تھے۔ کمپنی کے ذریعے حکمرانوں سے روابط قائم کرکے وسیع المدتی منصوبے قائم کیے جاتے اور پھر ان ہی کے خلاف ایسی فضا قائم کی جاتی جس سے عوام الناس میں حکمرانوں کے خلاف نفرت و عناد کے جذبات پروان چڑھتے۔ مقامی افراد کٹھ پتلی کی طرح اپنے مقاصد کے تحت استعمال کیے جاتے۔ یوں کہنا درست ہو گا:

> "کولونیل ازم ایک نیا ڈرامہ تھا جس کا اسکرپٹ یورپ نے لکھا اور کھیلنے کے لیے ایشیاو افریقہ کی سرزمین کو منتخب کیا۔ ڈرامے کے مرکزی کردار یورپی تھے تاہم کچھ معاون اور ضمنی کردار ایشیائی اور افریقی تھے۔"[7]

ان معاون کرداروں نے کمپنی کے ایکٹ کو کامیابی سے ہمکنار کرنے میں اہم کردار ادا کیا جس سے مقامی حکمرانوں کے خلاف نفرت جنم لینے لگی۔ اس عمل سے استعماری ثقافت اور رویوں کو پروان چڑھنے میں مدد ملی۔ یوں انگریز مقامیوں کی معاونت سے اپنے قدم جمانے میں کامیاب ہوگئے۔ ذہن سازی کے اس عمل نے 1857ء تک آتے آتے استعمار کاروں کے لیے ان کے مقاصد میں آسانی پیدا کر دی۔ مقتدر سامراج نے ہندوستان پر مکمل قبضہ کر لیا۔ ہندوستان میں مغلیہ حکومت دم توڑ چکی تھی۔ انگریزی تہذیب کے اثرات اپنے قدم جما چکے تھے۔ عیسائیت کی تعلیم عام کی جارہی تھی۔ مغرب کی تقلید پرستی نے فکری اور تعمیری صلاحیتوں کو منجمد کر دیا تھا۔ مشرقی ادب اب مغربی اثرات کے زیر اثر پروان چڑھ رہا تھا۔ کلاسیکی ادب ساقط الا اعتبار قرار دیا جانے لگا۔ اس بابت ابوالکلام قاسمی لکھتے ہیں:

> "مغرب کی رومانی شعری تحریک کے زیر اثر مرتب ہونے والے اصولوں کو اعتبار حاصل ہوا، کبھی ہر طرح کی شاعری کو "شاعری کی تین آوازوں" کے چوکھٹے میں رکھ کر دیکھنے کو مقبولیت حاصل ہوئی اور کبھی علامت اور تناؤ، قولِ محال اور ابہام کو حرفی اظہار کی کلید ملی کہ بسا اوقات فکشن تک کی تفہیم کے ایسے وسیلوں کے طور پر استعمال کیا گیا گویا یہی اندازِ مطالعہ ناگزیر آفاقی طریقِ کار ہو سکتا ہے۔"[8]

اگر ادبی و فکری حوالوں کو مد نظر رکھا جائے تو نو آبادیاتی دور میں تنقیدی اور تخلیقی ادب پر استعماری فکر کے اثرات دیر پا نظر آتے ہیں۔ محمد حسین آزاد، سرسید احمد خان، حالی اس کی نمایاں مثالیں ہیں لیکن اگر اُردو فکشن پر نظر ڈالی جائے تو وہ نو آبادیاتی فکر سے خالی نہیں۔ نو آبادیات کے ہندوستانی معاشرے پر جو اثرات مرتب ہوئے ان سے معاشی و معاشرتی ترقی کی وجہ سے عام آدمی مغربی ترقی کو حسرت و رشک کی نگاہ سے دیکھنے لگا۔ اس سلسلے میں نمایاں کردار سرسید اور ان کے رسالے تہذیب اخلاق نے ادا کیا۔ اس لیے سرسید احمد خان نے کہا تھا کہ ہم غیر مہذب اور تعلیمی پسماندگی کا شکار ہیں۔ یہی صورت حال ہمیں راجہ موہن رائے کی تحریک "برَہما سماج" میں بھی نظر آتی ہے۔ اس پیدا کردہ نو آبادیاتی فکر پر سارتر کا کہنا ہے:

> "یورپی دانشوروں نے دیسی دانشوروں کا ایک خاص طبقہ ڈھالنے کا تہیہ کیا۔ انہوں نے ہونہار نوجوانوں کا انتخاب کیا انہیں مغربی تہذیب کے اصولوں سے داغا۔ اسی طرح جیسے لوہے سے داغتے ہیں۔ ان کے منہ میں بلند فقرے تھوپے۔ شاندار چپچپے الفاظ بھرے جو دانتوں سے چپک کر رہ گئے "(9)

یہی وجہ ہے کہ ہندوستانی معاشرہ اپنے معیارات بالکل بدل رہا تھا۔ جدید سرمایہ درانہ نظام کے ساتھ ساتھ زبان و ادب میں بھی تغیرات پیدا ہونے لگے تھے۔ معاشرتی ترقی نے تاریخی و سماجی تقاضوں کی حامل مقامیت اور حقیقت پسندانہ آزادی کو فروغ دیا۔ یوں کہا جاسکتا ہے کہ تخلیقی روح اور معاشرتی تہذیب یک جہتی کی کوکھ سے جنم لیتی ہے اور اس عمل کے ساتھ قوم کے افراد کنویں کی چار دیواری سے باہر نکل کر سانس لیتے ہیں۔(10)

یہی صورت حال جدید فکشن نگار ڈاکٹر حسن منظر کے یہاں بھی ملتی ہے۔ ڈاکٹر حسن منظر نے بھی استعماری طاقتوں کے خلاف آواز اٹھائی۔ ڈاکٹر اور ماہر نفسیات ہونے کی وجہ سے وہ دنیا کے کئی ممالک میں اپنی پیشہ ورانہ ذمہ داریاں ادا کر چکے ہیں، انسانی نفسیات پر بھی ان کا مطالعہ وسیع ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے متعدد افسانے تحریر کیے ہیں جو مقامی اور عالمی مسائل پر بحث کرتے ہیں۔ اب تک ان کے متعدد افسانوی مجموعے منظر عام پر آچکے ہیں جن میں "رہائی"، "ندیدی"، "جھجک" "انسان کا دیش" اور "خاک کا رتبہ" بہ طور خاص ہیں۔ حسن منظر کا ایک افسانہ "سفید آدمی کی دنیا" استعماری فکر کی عکاسی کرتا ہے۔ یہ افسانہ اسی استبدادی اور سامراجی بیانیہ کا حامل ہے اور ایک ایسی فیملی کی کہانی ہے جس میں ماں باپ اور ان کے تین بچے ٹینا، فیونا اور ان کا بھائی مرکزی کردار کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس کے علاوہ دیگر ضمنی کرداروں کے ساتھ ساتھ ان کی دادی، دادا بھی افسانے کا حصہ ہیں۔ ٹینا کتابوں کی دلدادہ ہے انگریزی کتب اور بلیٹن اس کے مطالعے کا حصہ ہیں۔ اس کے نزدیک سب سے اچھی کتاب "ہائیڈی" ہے۔ اس کے برعکس اس کی ماں (ممی) کے مطابق ٹالسٹائی، موپساں اور دستوفیسکی بھی بڑے لکھاری ہیں۔ اسی بابت لارڈ میکالے نے کہا تھا:

"یورپ کے کسی اچھے کتب خانے کی محض ایک الماری ہندوستان اور عرب کے سارے
ادبی سرمائے پر بھاری ہے"(11)

"سفید آدمی کی دنیا" دو متضاد بیانیوں کا حامل افسانہ ہے جس میں حسن منظر نے ترقی یافتہ ممالک کے پسماندہ اقوام سے تقابل کو موضوع بنایا ہے۔ جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ دنیا ایک گلوبل ویلج بن گئی ہے ویسے معاشرتی تقسیم جو رنگ، نسل، ذاتیات، دولت اور خاندان کی بنیاد پر گہرے اثرات مرتب کرتی ہے۔ یہ افسانہ دو دنیاؤں یعنی کالے گورے کی تخصیص کو بیان کرتا ہے۔ سفید اور کالے آدمی کی دنیاؤں کا تصور انیسویں صدی کی برطانوی اور فرانسیسی استعماریت کو بیان کرتا ہے۔ یورپی اور امریکی گوروں کے لیے سفید اور افریقی اور ایشیائی لوگوں کو کالے آدمی کے نام سے جانا جانے لگا۔ اس افسانے میں استعمار کار اور استعماریت زدہ کے تشخصات بیان کیے ہیں جو استعماری رویے کو واضح کرتے ہیں۔

افسانے سے ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

"اس کے پاس کتابوں کی پوری لائبریری ہے۔ اب تو کچھ کتابیں میں نے بھی جمع کر لی ہیں
اور جب کبھی ہمارا گھر ہو گا۔۔۔ ممی اور پاپا الیہ کہتے ہیں۔ ایک نہ ایک دن تو کہیں گھر بنا کر
ہی رہنا ہے۔۔۔ تو میں بھی اپنی لائبریری بناؤں گا"(12)

حسن منظر ماہر نفسیات ہونے کی وجہ سے کمال قوت مشاہدہ رکھتے ہیں اس افسانے میں کالے گورے کی کیفیت حاکم و محکوم کی استعماری فکر کو بیان کرتی ہے۔ جن ممالک نے نو آبادیاں قائم کیں ان کے یہاں مغربی زبانوں کو اہمیت ملی اور ان زبانوں کے بولنے والوں کو نو آبادیوں میں مہذب قوم تصور کیا گیا۔ "سفید آدمی کی دنیا" میں بھی جب ایک ایشین عورت ٹرین میں سوار ہوتی ہے تو سفید عورت گھبراہٹ کا شکار ہو جاتی ہے، مگر جب اسے انگریزی میں گفتگو کرتے دیکھتی ہے تو اس کی گھبراہٹ میں کمی آتی ہے۔ افسانے میں اس امر کی یوں اس کی عکاسی کی گئی ہے:

"سفید عورت نے گھبراہٹ کا شکار ہوئے کہا۔۔۔ اوہ نو۔۔۔! لیکن ایشین عورت جب قلی
سے انگریزی میں بات کرنے لگی تو سفید عورت کی گھبراہٹ کم ہوئی"(13)

سیاہ اور سفید کے تصادم نے دو جدا دنیاوں کی مثال قائم کی ہے، جو کہ اس افسانے میں بھی موجود ہے۔ ایشین عورت کی انگریزی اسے مہذب تو بنا دیتی ہے مگر اس کے بچوں کی دیکھ بھال کے لیے موجود نیگرو ملازم سفید عورت کے لیے ناقابل برداشت ہوتا ہے۔

"سفید عورت نے گھبراہٹ اور غصے سے ملے جلے جذبات سے نیگرو نوکر کی طرف اشارہ
کرتے ہوئے ایشین عورت سے کہا، یہ اس کمپارٹمنٹ میں تو نہیں رہے گا۔۔۔ یہ اس کی
سیٹ بھی اسی کمپارٹمنٹ میں ریزوڈ ہے۔"(14)

دادی کی رہائش ایسی جگہ تھی جہاں صرف گورے رہتے تھے۔ افسانے کا ایک کردار کہتا ہے کہ مجھے اپنی دادی سے نفرت ہے جو جنوبی افریقہ (پریٹوریا) میں رہتی ہے مزید دیکھیے:

"اسے بڑھیا سے نفرت ہے وہ اپنے گھر میں اکیلی رہتی ہے۔۔۔۔ وہ کہتی ہے اس کے علاقے میں نہ افریقہ کے لوگ ہیں نہ ایشیاء کے، صرف گورے لوگ ہیں"(15)

نسلی اور لسانی تعصب ہمیشہ نو آبادیات کا خاصہ رہا ہے ڈاکٹر حسن منظر چونکہ اپنی پیشہ ورانہ ذمہ داریوں کی وجہ سے افریقہ اور یورپ کے ممالک میں رہے ہیں تو ان تمام ممالک کے مسائل کی عکاسی ان کے فکشن میں نظر آتی ہے۔ سفید فام آدمی کا عقیدہ ہے کہ آدمی فطرت کی تسخیر کے لیے پیدا کیا گیا ہے فطرت کی تسخیر سے (دوسرے آدمی پر تسلط قائم کرنے تک) ان کے استحصال کن فلسفہ، کی توسیع ہوئی تھی۔ نو آباد کار کا ماننا ہے ہمیں بہر طور نئی اراضی حاصل کرنی چاہیے جس سے ہم آسانی سے خام مال حاصل کر سکتے ہیں اور بیک وقت محنت و مشقت کا بھی استحصال کر سکتے ہیں جو ہم (نو آبادی کے دیسی باشندوں سے) آسانی سے حاصل کر سکتے ہیں۔ یہی نو آبادیاں ہماری فیکٹریوں میں پیدا کردہ فالتو مال کے لیے ذخیرہ گاہیں بھی فراہم کریں گی۔ فی زمانہ بھی استحصال کا یہ ماڈل نہیں بدلا بلکہ نئی شکلوں میں رونما ہوا ہے۔ ترقی پذیر ملکوں میں نو آبادیاتی حکمرانوں کی جگہ دیسی نو آبادیاتی حکمرانوں کی ایک نئی نسل نے لے لی ہے۔ ایسی ہی صورت حال حسن منظر کے افسانے میں بھی ملتی ہے۔ دادا کا زیادہ وقت انڈونیشیا میں اس لیے گزرا کہ وہ بڑھاپے سے دور رہنا چاہتے تھے۔ اس کے بعد وہ ایک ایسی عورت کے ساتھ رہتے تھے جو گوری نہیں تھی۔ جب وہ ٹیکسی میں کہیں جارہے تھے تو ان کو پولیس پکڑ کر لے جاتی ہے۔ اس کی وجہ دونوں کی رنگت میں فرق تھا اور یہ حکومتی احکامات کے خلاف بات تھی۔ ڈاکٹر صاحب نے اس کیفیت کے عمدہ عکاسی کی ہے:

"تمہارا باپ کہاں اور کس کے ساتھ رہتا ہے۔

He was law and that is what he proved by living with a dark woman.

لیونگ وِٹا ڈارک وومن (وہ گرا ہوا آدمی تھا) اور یہی اس نے ایک اندھیری عورت کے ساتھ رہ کر ثابت کر دکھایا"(16)

سفید آدمی کا یہ نسلی تصور کالے آدمی پر نسلی برتری کا احساس ہے جو نرگسیت پسندی پر مبنی ہے۔ یہ تہذیبی تصور دراصل غیر یورپی اقوام کو مہذب بنانے اور سیاسی غلبے کی ایک صورت ہے۔ ڈاکٹر ناصر عباس نیر لکھتے ہیں:

"کیا ہم سمجھنے میں حق بجانب نہیں کہ مارکس کے یہاں بھی اس سفید آدمی کی منطق کارفرما ہے جس نے اپنے کندھے پر کالے آدمیوں کو تہذیب سکھانے کا بوجھ اٹھا رکھا ہے اور

کالے آدمی ان کی نظر میں واقعی وحشی نہیں ہے جنہیں عقل و منطق سے نہیں طاقت اور تشدد سے تہذیب کے دھارے میں لایا جاسکتا ہے۔"[17]

اس افسانے میں ڈارک سے مراد کالے لوگ ہیں جبکہ ٹینا کا بھائی اس حقیقت سے ناواقف ہے وہ اسے اندھیرا سمجھتا ہے۔ایسے لگتا ہے کہ لوگ اس اندھیرے سے ڈرتے ہیں یا ہر اس چیز سے جو کالی ہو۔افریقہ کے جس براعظم ہیں ان کا خاندان رہائش پذیر تھا بجلی کی سہولت نہیں تھی لوگ پہاڑوں کے درمیان رہا کرتے تھے۔اس وجہ سے اندھیرے کے ڈر سے زیادہ باہر نہیں نکلا کرتے تھے یہ گوری رنگت کا خمار بھی نوآبادیاتی نظام کی بخشش ہے جس کا مطلب کالے رنگ سے نفرت کا احساس اور محرومی پھیلانا ہے اور گوری چمڑی کو افضل منوانا تھا۔[18] انگریز کالوں کو ہمیشہ حقیر سمجھتے تھے۔ حسن منظر کے اس افسانے میں تین قسم کے لوگوں کا ذکر ملتا ہے: نیگرو، ایشین اور سفید۔ نیگرو نسل سے متعلق ٹینا کا بھائی اپنے والد سے پوچھتا ہے: ڈیڈ اگر میں بڑا ہو کر کسی نیگرو یا اندھیری لڑکی سے شادی کروں تو یہ کیا یہ بری بات ہو گی؟ پاپا نے ہنستے ہوئے کہا نہیں یہ بری بات تو نہیں ہو گی۔[19]

نسلی برتری کا تصور برصغیر میں ہر دور میں رائج رہا ہے اور انگریز نوآباکاروں نے سب سے زیادہ توجہ ہی اس عمل پر دی ہے کہ ہندوستانی نسلی لحاظ سے حقیر درجے سے تعلق رکھتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ کالے ادنی نسل سمجھے جاتے ہیں سو کالے گورے کی دنیا بھی جدا ہے۔افسانے میں ٹرین میں سوار نیگرو کو کمپارٹمنٹ میں سوار ہونے سے منع کیا جاتا ہے اور ٹرین رکوادی جاتی ہے۔ تو اس کے ساتھ ہی سفید عورت کو جہاز پر سفر کرنے کا مشورہ دیا جاتا ہے، ازاں بعد قلی کی مداخلت پر سفید عورت کو دوسرے ڈبے میں جگہ دی جاتی ہے۔ ملاحظہ ہو:

> "یہ اس کمپارٹمنٹ میں سفر نہیں کر سکتا سفید عورت نے اس طرح کہا جیسے وہ اپنے نوکر سے بات کر رہی ہو۔ کیوں نہیں؟ ایشین عورت بھی اس کے لہجے میں پہلی بار بولی اس لیے ---۔اس لیے کہ ---۔ وہ کچھ کہتے کہتے رک گئی اور پھر بولی نوکروں کے لیے علیحدہ درجہ ہوتا ہے۔"[20]

افسانے کا یہ حصہ نوآبادیاتی نظام میں آقا اور غلام کی تفریق کو بیان کرتا ہے۔ گورے آقا ہیں اور کالے ان سے کمتر۔ یہی ضابطہ ہے جو ایسٹ انڈیا کمپنی کی آڑ میں انگریزوں نے ہندوستان میں رائج کیا تھا۔ یہاں کے سفید لوگوں کو پکا یقین تھا کہ جب زیادہ سے زیادہ زمین حاصل کرنا ہر آزاد آدمی کا حق ہے۔[21] افسانے کا کردار کہتا ہے کہ پاپا اور ان کے دوست جو باتیں کر رہے تھے ان میں استعماری رویوں کی جھلک نظر آتی تھی مجھے ان کی باتیں سننے میں مزہ آرہا تھا۔ ان کی باتوں میں اسٹریلیا کہ پرانے باشندوں کا ذکر تھا اور ریڈ انڈینز کا یورپ سے آنے والے اسرائیلیوں کے ساتھ ساتھ ان یہودیوں کا بھی یہ جو یورپین نسل سے نہیں تھے۔ جبریت اور استعمار کی یہ جنگ اور بیانیہ اس افسانے کا موضوع ہے۔

"مجھے ایسا لگ رہا ہے کہ ہر ملک پر سفید لوگوں نے قبضہ کر لیا ہے اور وہ پاہم کی طرح دوڑ رہے ہیں۔۔۔زیادہ سے زیادہ زمین پر قبضہ کر لیں۔۔۔ انڈین نیگ روز، ریڈ انڈینز اور نہ جانے کتنے دوسرے قسم کے اندھیرے لوگوں کا خاتمہ کرنا پڑے۔"[22]

یہ افسانہ دو مختلف دنیاؤں کے درمیان باہمی تعلق کی فضا استوار کرنے کی کوشش ہے:"ایک بیانیے کی دنیا دوسری واقعاتی اور مشاہداتی دنیا"۔[23] انسان دیکھتا ہے، سنتا ہے، کہانیاں تخلیق کرتا ہے اور ان کے درمیان فرق بیان کرتا ہے ؛جیسا کہ اس افسانے کا کردار ٹینا ہے جو کہانیاں سناتی ہیں یا جنہیں وہ خود پڑھتی ہیں۔ کہانیاں ہمیں دنیا کو سمجھنے کا موقع دیتی ہیں، ہمیں معاملہ فہمی سکھاتی ہیں اور گہری بصیرت سے آگاہ کرتی ہیں۔ اسے سفید آدمی ٹالسٹائی کا پاہم نظر آتا ہے۔ دراصل پاہم اور سفید آدمی دو مختلف دنیاؤں کے لوگ ہیں۔ سفید آدمی کی تمثیل ایک آزاد آدمی کا ایسی دنیا ہے جس میں وہ آزاد رہتے ہوئے اپنی طاقت اور زمین کو بڑھانا چاہتا ہے۔ اس کے لیے وہ طاقت اور جبر کے نظام پر بھی یقین رکھتا ہے۔ اپنے وسائل کے لیے ہر ذریعہ استعمال کرتا ہے۔ یہ افسانہ استعماری نو آبادیاتی فکر کے لیے ایک کڑا سوال ہے۔ کسی بھی نظام کے تحت ایک منظم حکومتی پالیسی تیار کرنا اور قوانین لاگو کرنا لازمی ہو جاتا ہے۔ یہی صورتحال نو آبادیاتی اقتدار کے تحت پسماندہ اور غیر ترقی یافتہ ممالک میں رائج ہوتی ہے۔ غیر ملکی اقتدار کی بابت یہ بھی لازمی امر ہے کہ اگر نو آبادیاتی نظام ترقی یافتہ ہو تو ممالک میں ترقی کے عمل کو تیز کر دیتا ہے۔ افسانے کے مرکزی کردار کی بہن ٹینا جب جاسوسی کہانیاں سناتی ہے تو وہ سوچتا ہے:

"حکومت کیا ہوتی ہے؟ یہ مجھے اُن دنوں معلوم نہیں تھا اور ابھی بھی ٹھیک سے سمجھ نہیں پایا ہوں۔ پس کوئی چیز ہوتی ہے اور وہ بڑے لوگوں کے کام کرواتی ہے، بچوں کے نہیں۔ پاپا کا ٹرانسفر بھی حکومت کرتی ہے اور بہت سے کام ہیں جو حکومت کرواتی ہے لیکن وہ بعد میں پوچھ کر بتاؤں گا۔"[24]

اس افسانے میں معاشرتی تقسیم جو نو آبادیاتی نظام کا خاصہ رہا ہے کے علاوہ سیاسی، تہذیبی اور تمدنی، ارتقائی، نسلی، لسانی تعصبات اور زبان و بیان کے ساتھ ساتھ طبقاتی تقسیم بھی کار فرما ہے۔ برطانوی نو آبادکار تیسری دنیا کو تسلط کی مار مارتے رہے اور غیر جانبداری سے ذہنی اور جسمانی اذیتوں کا شکار بنا دیتے ہیں۔ غرض کہ نو آبادیاتی عہد کے تسلط کاروں نے ہمیشہ کولونائزر کو تسلط کی مار ماری اور ان کی زمینوں پر قابض ہو گئے۔ سفید آدمی کی دنیا بھی اسی کشمکش کا بیانیہ ہے جس میں حسن منظر نے اپنے قوی مشاہدے اور جاندار اسلوب کی بدولت نو آبادیاتی تسلط کاروں کی حکمت عملی کو بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ نو آبادیاتی جبر کا یہ خوف ابتدائی انسان سے آج تک جاری و ساری ہے۔ جبریت اور استعماری رویہ انسان کی سرشت میں شامل ہے جس کا استعمال ہر دور میں وہ اپنے سے کمزور انسانوں پر کرتا رہا ہے۔

حواشی وحوالہ جات

1۔ انسائیکلوپیڈیا آف سوشل سائنس، جلد سوم، دی میک میلم کمپنی، نیویارک، 1963ء، ص 653

2۔ ناصر عباس نیر، ڈاکٹر، نو آبادیاتی صورت حال، کلیہ علوم شرقیہ پنجاب یونی ورسٹی، اورینٹل کالج، لاہور، 2008ء، ص 263-264

3۔ ڈکشنری آف پالیٹیکس، ویدر لیکور، وائیڈ بن فیلڈ اینڈ نکلسن، لندن، س ن، ص 105-106

4۔ انیالومبا، کولونیل ازم / پوسٹ کولونیل ازم، روٹلیج، لندن، 1998ء، ص 2

5۔ نسیم سید، یورپین نو آبادیات کے ایبوریجنل ادب پر اثرات، مثال پبلشر، فیصل آباد، 2018، ص 386

6۔ باری علیگ، کمپنی کی حکومت، مکتبہ اُردو، لاہور، س ن، ص 76

7۔ ناصر عباس نیر، ڈاکٹر، مابعد نو آبادیات اُردو تناظر میں، اوکسفرڈ یونی ورسٹی پریس، کراچی، 2013ء، ص 6

8۔ ابوالکلام قاسمی، نو آبادیاتی فکر اور اُردو کی ادبی شعری نظریہ سازی، دی ڈان سرگودھا یونی ورسٹی، سرگودھا، 2004ء ص 75

9۔ سارتر، ژاں پال، دیباچہ: افتاگان خاک مصنفہ فرانز فینن، مترجمین: محمد پرویز، سجاد باقر رضوی، نگارشات، لاہور، 1996ء، ص 7

10۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، ذہنی آزادی اور تہذیبی عوامل، مشمولہ پاکستانی ثقافت، مرتبہ: ڈاکٹر رشید امجد، اکادمی ادبیات، اسلام آباد، 1999ء، ص 101

11۔ عبدالحمید صدیقی، لارڈ میکالے کا نظریہ تعلیم، روہیل کھنڈ لٹریری سوسائٹی، کراچی، 1965ء، ص 48

12۔ حسن منظر، ڈاکٹر، سفید آدمی کی دنیا مشمولہ رہائی، شہرزاد، کراچی، 2008ء، ص 266

13۔ ایضاً، ص 73

14۔ ایضاً، ص 66

15۔ ایضاً، ص 67

16۔ ایضاً، ص 68

17۔ ناصر عباس نیر، ڈاکٹر، جدیدیت اور نو آبادیات، اوکسفرڈ یونیورسٹی پریس، کراچی، 2021ء، ص 33-34

18۔ نائلہ عبدالکریم، ڈاکٹر، سفید آدمی کا مابعد نو آبادیاتی مطالعہ، جرنل یونیورسٹی آف میانوالی، ملتان کیمپس، جلد 7، شمارہ 4، 2023ء، ص 61

19۔ حسن منظر، ڈاکٹر، سفید آدمی کی دنیا مشمولہ رہائی، ص 71

20۔ ایضاً، ص 74

21۔ ایضاً، ص 80

22۔ ایضاً، ص80

23۔ ناصر عباس نیر، ڈاکٹر، سفید خون کی سیاست مشمولہ کہانی گھر (حسن منظر نمبر)، مدیر: زاہد حسن، شمارہ اپریل تا ستمبر، لاہور، 2012ء، ص164

24۔ ایضاً، ص166

References in Roman Script:

1. Encyclopedia of Social Science, vol 3, New York, the Mecmillam Company, 1963, P. 653
2. Nasir Abbas Nayyar, Dr., Nau-Abadiyati Soorat-e-Haal, Kulya Uloom-e-Sharqiya, Punjab University, Oriental College, Lahore, 2008, P. 264–263.
3. A Dictionary of politics, Wather Laqueur, weidbnfeld & nicolsan, London, P. 105-106
4. Ania Loomba, Colonialism / Post Colonialism, Routledge, London 1998, P. 2
5. Naseem Syed, European Nau-Abadiyat ke Ebo-Regional Adab par Asraat, Misaal Publishers, Faisalabad, 2018, P. 38
6. Bari Alig, Company ki Hukoomat, Maktaba Urdu, Lahore, n.d., P. 76
7. Nasir Abbas Nayyar, Dr., Ma'baad Nau Abadiyat: Urdu kay Tanazur mein, Oxford University Press, Karachi, 2013, P. 6
8. Qasmi AbulKalam, Nau-Abadiyati Fikr aur Urdu ki Adabi Sha'ri Nazriya Sazi, The Dawn, University of Sargodha, 2004, P. 75
9. Sartre, Jean-Paul, Deebacha: Uftaadgaan-e-Khaak, Frantz Fannon, mutarjimeen: Muhammad Parvez, Sajjad Baqar Rizvi, Nigaraashat, Lahore, 1996, P. 7
10. Jameel Jalibi, Dr., Zehni Azadi aur Tahzeebi Awamil, mashmoola Pakistani Saqafat, murattiba Rasheed Amjad, Academy Adabiyat, Islamabad, 1999, P. 101
11. Abdul Hameed Siddiqi, Macaulay ka Nazriya-e-Taaleem, Rohilkhand Literary Society, Karachi, 1965, P. 48
12. Hasan Manzar, Dr., Safaid Aadmi ki Duniya, mashmoola Rehai, Shehrzaad, Karachi, 2008, P. 266
13. Ibid., P. 73
14. Ibid., P. 66
15. Ibid., P. 67
16. Ibid., P. 68
17. Nasir Abbas Nayyar, Dr., Jadeediyat aur Nawadiyat, Oxford University Press, Karachi, 2021, P. 33–34
18. Naila Abdul Kareem, Dr., Safaid Aadmi ka Ma'baad-e-Nawadiyati Mutala'a, Journal of University of Mianwali, Multan Campus, n.d, P. 61,
19. Hasan Manzar, Dr., Safaid Aadmi ki Duniya, P. 71
20. Ibid., P. 74
21. Ibid., P. 80
22. Ibid., P. 80
23. Nasir Abbas Nayyar, Dr., Safaid Khoon ki Siyasat, mashmoola Kahani Ghar(Hasan Manzar Number), Editor: Zahid Hasan, shumara April–September 2012, P. 164
24. Ibid., P. 66